اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ○ فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ وَ مَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا (البقرہ:165)

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

کائنات کی ابتدا:

اللہ رب العزت نے جب اس کائنات کو بنایا تو ابتدا میں ہر طرف ہر جگہ پانی ہی پانی تھا۔اس پانی کے اوپر ایک بلبلہ نمودار ہوا جو پھیلتا چلا گیا اور یوں زمین وجود میں آئی۔جس جگہ سے وہ بلبلہ اٹھا وہ جگہ پوری دنیا کا مرکز بنا۔اس لئے اس جگہ کو اوّل عالم، مرکز عالم اور وسط عالم کہا جاتا ہے۔اسے بیت اللہ کہا جاتا ہے۔اسے اللہ کا گھر اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص تجلّیات ہر وقت یہاں اتر رہی ہوتی ہیں۔یوں سمجھیں کہ وہ تجلّیاتِ ذاتیہ نور کا ایک پرنالہ ہے جو ما فوق العرش سے آرہا ہے اور زمین کے نیچے تحت الثریٰ تک جا رہا ہے۔ہم ان کی طرف متوجہ ہو کر اپنی نماز میں سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ہم نماز میں یہی نیت تو کرتے ہیں کہ مُتَوَجِّهًا اِلٰی جِهَتِ الْکَعْبَةِ الشَّرِیْفَةِ کعبہ شریفہ کی طرف منہ کئے ہوئے۔چنانچہ کوئی آدمی کرہء ہوائی کے اندر ہوائی جہاز میں سفر کر رہا ہو یا کوئی خلا باز خلا میں ہو یا کوئی سمندر میں کئی کلومیٹر نیچے چلا جائے اور وہ وہاں نماز پڑھنا چاہے تو وہ وہاں بھی نماز پڑھ سکتا ہے۔ضروری نہیں کہ وہ کوٹھا اس کے سامنے ہو، بلکہ اگر سمت وہی ہوئی تو اس کی نماز ہو جائے گی۔اللہ رب العزت نے اپنے بندوں پر مہربانی فرما دی کہ سمت متعیّن کر دی ہے۔اگر ہمیں تعینِ سمت کے بغیر ہی عبادت کا

حکم ہوتا تو ہم یقیناً Confuse (پریشان) ہو جاتے۔کوئی مشرق کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوتا تو کوئی مغرب کی طرف۔اس طرح نہ تو مرکزیت اور یک جہتی ہوتی اور نہ ہی طبیعتوں کو پوری طرح اطمینان ہوتا۔

محبوب کی نشانیوں سے سکون ملتا ہے:

اگر بیت اللہ شریف دنیا میں نہ ہوتا تو انسان کے لئے محبتِ الٰہی کا جذبہ پورا کرنا مشکل بن جاتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ تصور میں آ ہی نہیں سکتے۔ جب محبّ کو محبوب نظر نہ آئے تو وہ محبوب کی نشانیوں سے سکون پاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو اپنے گھر کی نسبت عطا فرما دی لہٰذا بندہ جب دنیا میں اس گھر کا دیدار کرتا ہے تو اسے سکون ملتا ہے کہ یہ اللہ رب العزت کا گھر ہے......مجنوں کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ایک مرتبہ کسی کتے کے پاؤں کو بوسے دے رہا تھا۔پوچھنے والے نے پوچھا، مجنوں! یہ کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا کہ یہ میرے محبوب کے گھر کے قریب سے گزر کے آیا ہے اس لئے میں اس کے پاؤں کو بھی بیٹھا بوسے دے رہا ہوں۔ چونکہ محبوب سے محبّت ہوتی ہے اس لئے اس کے گھر اور گلی کوچے سے بھی محبّت ہو جاتی ہے۔اور مؤمن چونکہ اللہ رب العزت سے محبّت کرتا ہے اس لئے اسے سیدنا رسول اللہ A سے بھی محبّت ،قرآن مجید سے بھی محبّت، اہل اللہ سے بھی محبّت اور شعائر اللہ سے بھی محبّت ہوتی ہے کیونکہ یہ سب محبوبِ حقیقی کی نشانیاں ہوتی ہیں اور مؤمن بندہ ان کو دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے۔اب اس کے لئے نماز میں یکسوئی حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

محبّت چاہتی ہے کہ جس سے ہم تعلّق رکھتے ہیں اگر وہ محبوب نظر نہیں آتا تو اس کے کچھ آثار ہی مل جائیں۔اسی بات کو علامہ اقبال نے یوں بیان کیا:

کبھی اے حقیقتِ منتظر! نظر آ لباسِ مجاز میں

کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبینِ نیاز میں

ویسے بھی ہم خاکی ہیں اور ہماری طبیعتیں اس وقت مطمئن ہوتی ہیں جب ہم سامنے کچھ دیکھتے ہیں۔اللہ رب العزت نے اپنے بندوں پر یہ احسان فرمایا کہ اس نے دنیا میں ایک جگہ کو اپنے ساتھ نسبت عطا فرما دی لہٰذا اب ہمارے لئے محبتِ الٰہی کے اس جذبے کو پورا کرنا آسان ہوگیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جب ہم بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو یوں سمجھتے ہیں جیسے ہم محبوب کے سامنے موجود ہیں۔

ستاروں کا طواف:

جس طرح بیت اللہ شریف ہمارا قبلہ ہے اسی طرح آسمان پر فرشتوں کا بھی ایک قبلہ ہے جسے بیت المعمور کہتے ہیں۔انسان بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہیں اور فرشتے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں...... یہاں ایک مزے کی بات بتا تا چلوں ......امریکہ میں خلاء سے متعلّق کام کرنے والے شعبے نے ستاروں کے متعلّق ایک Documentary (سائنسی فلم) بنائی ہے جس کا نام انہوں نے THE STAR (ستارہ) رکھا۔جس بندے نے آ کر ہمیں اس کے بارے میں اطلاع دی اس نے کہا کہ اس میں ستاروں کے بارے میں اتنی اچھی اچھی معلومات ہیں کہ انسان حیران ہو جاتا ہے۔وہاں کچھ مسلمان علماء موجود تھے چنانچہ ان کے ساتھ اس عاجز نے بھی نیت کی کہ چلو ہم بھی ستاروں کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ اور وہ ستاروں سے راستہ پاتے ہیں۔

چنانچہ ہم چار پانچ آدمی مل کر وہاں گئے۔ وہاں ایک عجیب چیز دیکھی کہ جس کمرے میں ہمیں بٹھایا گیا اس کی چھت گولائی کی شکل میں تھی گویا انہوں نے اس چھت کو آسمان بنایا ہوا تھا۔اس میں چاند اور

ستارے نظر آرہے تھے۔

ان کے دو بنیادی مقاصد تھے...... اگر رات میں کسی آدمی کو جنگل میں ایسی جگہ پر چھوڑ دیا جائے جہاں ا سکو نہ تو وقت کا پتہ ہو اور نہ ہی سمت کا، تو وہ آدمی اپنے راستے کا، سمت کا اور وقت کا تعین کس طرح کر سکتا ہے؟...... انہوں نے بڑے عجیب وغریب طریقے بتائے کہ اگر کوئی آدمی اس طرح کھڑا ہو تو اس کو سمت کا پتہ چل جائے گا کہ ادھر مشرق ہے، ادھر مغرب ہے، ادھر شمال ہے اور ادھر جنوب ہے...... پھر بتایا کہ اگر یہ ستارے یہاں پر ہیں تو آدھی رات کا وقت ہوتا ہے اور اگر یہ ستارے یہاں پر ہوں تو صبح صادق کا وقت ہوتا ہے۔ جب گھڑیاں نہیں ہوتی تھیں اس وقت ہمارے بڑے اسی طرح ستاروں کی لو سے صبح کا تعین کیا کرتے تھے۔ انہوں نے اسی بات کو سائنسی انداز میں سمجھایا۔ بہر حال بڑی اچھی معلومات تھیں۔

انہوں نے ایک عجیب بات بتائی کہ آسمان پر جتنے ستارے ہیں وہ سب کے سب حرکت کرنے والے ہیں البتہ ایک ستارہ ایسا ہے جو حرکت نہیں کرتا۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم ان کی سپیڈ کو بڑھائیں تو آپ کو آسمان یوں نظر آئے گا۔ چنانچہ جب انہوں نے سپیڈ ذرا بڑھائی تو ہم نے دیکھا کہ ایک ستارہ چمک رہا ہے اور اپنی جگہ پر ساکن ہے اور باقی سب ستارے اس کے گرد گھوم رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر اچانک میرے دل میں ایک بات آئی اور میں نے ساتھ والے ایک عالم سے کہا،

’’بھئی! اگر یہ بات حقیقت ہے کہ سارے ستارے اس طرح گردش کر رہے ہیں تو ممکن ہے کہ اوپر بیت المعمور ہو اور نیچے بیت اللہ ہو اور اس کے درمیان جو اللہ تعالیٰ کی تجلّیاتِ ذاتیہ وارد ہوتی ہیں وہاں آسمانوں میں یہ ستارہ درمیان میں ہو۔ اگر اسی طرح ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اوپر فرشتے طواف کرتے ہیں، نیچے بندے طواف کرتے ہیں اور درمیان میں آسمان کے سب ستارے اس ستارے کے گرد طواف

کر رہے ہیں......اور یہ واقعی اسی طرح ہے۔سب اسی شمع کے پروانے ہیں۔''

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

وہ چیزیں جن سے دل نہیں بھرتا:

علماء نے لکھا ہے کہ چند چیزیں ایسی ہیں جن سے انسان کا دل نہیں بھرتا۔مثال کے طور پر.....

(ا) آسمان کی طرف دیکھنا: ہم آسمان کی طرف روزانہ دیکھتے ہیں......وہی بادل وہی سورج، وہی چانداور ستارے اور وہی نیلا رنگ......مگر اس کو دیکھنے میں ایسی جاذبیت ہوتی ہے کہ ہر روز نیا مزہ ہوتا ہے۔آپ کو کبھی بھی کوئی ایسا بندہ نہیں ملے گا جو یہ کہے کہ میں آسمان کو دیکھ دیکھ کر تنگ آ گیا ہوں۔ بلکہ ہر بندہ جھلمل کرتے ستاروں کے دلفریب منظر کو دیکھ کر اللہ رب العزت کی حمد میں رطب اللسان ہو جاتا ہے۔

(۲) پانی پینا: پانی پینے سے انسان کا دل نہیں بھرتا۔سو سال کے بوڑھے کے اندر بھی اس کی طلب ہوتی ہے اور وہ بھی پانی پیتا ہے۔آپ کو کوئی بھی بندہ ایسا نہیں ملے گا جو یہ کہے کہ I am sick of it. (میں پانی پی پی کر تنگ آ گیا ہوں)

(۳) قرآن مجید کا پڑھنا: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسی جاذبیت رکھی ہے کہ جس انسان کو قرآن مجید کے پڑھنے کا لطف نصیب ہو جاتا ہے اس کا دل قرآن مجید کے پڑھنے سے بھرتا ہی نہیں۔ یہ ہر ایک کو حاصل بھی نہیں ہوتا۔ یہ لطف ان خوش نصیب لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جن کے دل بیماریوں سے پاک ہوتے ہیں۔ وہ بار بار پڑھتے ہیں۔ وہ جتنا پڑھتے ہیں اتنا اور پڑھنے کو ان کا جی چاہتا ہے۔جس طرح سخت گرمی کے موسم میں صحرا میں سفر کرتا ہوا مسافر ٹھنڈے پانی کے مل جانے پر بڑی رغبت اور شوق سے اسے پی رہا ہوتا ہے اسی طرح اللہ کے نیک بندے اس قرآن کو بہت رغبت اور شوق کے ساتھ پڑھ رہے

ہوتے ہیں۔ یہ حفاظ اور قراء ساری زندگی قرآن مجید پڑھتے ہیں، پڑھاتے ہیں، سنتے ہیں، سناتے ہیں اور ہر روز نیا مزہ پاتے ہیں۔ آپ کو دنیا میں کوئی بندہ ایسا نہیں ملے گا جو صاحبِ عقل ہو اور کہے کہ قرآن مجید پڑھ پڑھ کے میرا دل بھر گیا ہے۔

(۴) بیت اللہ شریف کو دیکھنا: بیت اللہ شریف کو دیکھنے سے انسان کا جی نہیں بھرتا۔ جو لوگ بیت اللہ شریف کا دیدار کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب انسان بیت اللہ شریف کی طرف نظر ڈالتا ہے تو جتنی نگاہیں زیادہ پڑتی ہیں اتنا ہی اس کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ اس کو بیٹھ کر دیکھتے ہی رہیں۔ وہاں نور ہی نور ہوتا ہے۔ وہاں کا منظر اتنا دلکش اور ماحول اتنا پرسکون ہوتا ہے کہ آدمی وہاں جا کر پوری دنیا کو بھول جاتا ہے۔ وہ دنیا ہی کچھ اور ہے۔ جس طرح ایک شہنشاہ کا دربار ہوتا ہے اسی طرح اس جگہ پر عظمت اور شان وشوکت دیکھنے میں آتی ہے۔ ہر بندہ دیکھ بھی نہیں سکتا، مگر دیکھنے والے دیکھتے ہیں۔

آنکھ والا ترے جوبن کا تماشا دیکھے دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

انسانی دلوں کا مقناطیس:

آپ نے دنیا میں لوہے کا مقناطیس دیکھا ہوگا۔ اسکی خوبی یہ ہے کہ وہ جہاں بھی ہو، لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ لوہا قریب ہوتے ہوتے بالآخر مقناطیس سے چمٹ جاتا ہے۔ اگر آپ نے دنیا میں انسانوں کے دلوں کا مقناطیس دیکھنا ہو تو بیت اللہ شریف کو دیکھ لیجئے۔ اس کو دیکھنے کے لئے ہر مؤمن کا دل کھنچتا ہے۔

......کیا مرد اور کیا عورت

......کیا امیر اور کیا غریب

......کیا صحت مند اور کیا بوڑھا ضعیف

جس سے بھی پوچھ لیں، اس کے پاس جانے کی گنجائش ہو یا نہ ہو اس کے دل میں تڑپ ضرور ہوگی۔ وہ تنہائیوں میں رو رو کر اللہ رب العزت کے حضور دعائیں مانگے گا کہ ''مولا! کبھی مجھے بھی توفیق عطا فرما کہ میں بھی تیرے گھر کا طواف کروں۔ وہ کتنے خوش نصیب لوگ ہوتے ہیں جو احرام باندھ کر نکلتے ہیں۔ لبیك اللھم لبیك پڑھتے ہیں، کوئی تیرے گھر کا طواف کرتا ہے، کوئی مقامِ ابراہیم پر سجدے کرتا ہے، کوئی غلافِ کعبہ کو پکڑ کر دعائیں مانگتا ہے اور کوئی ملتزم سے جا کر لپٹ جاتا ہے۔ اے اللہ! تو میرے لئے بھی اسباب پیدا فرما تا کہ میں بھی اپنی اس دیرینہ خواہش کو پورا کرسکوں۔''

جو خوش نصیب وہاں جاتے ہیں وہ پیچھے نہیں رہ سکتے۔ وہ مسجدِ حرام میں پہنچتے ہیں، مطاف میں آتے ہیں، طواف کرتے ہیں اور طواف کرتے کرتے بالآخر ملتزم سے جا کر لپٹ جاتے ہیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ملتزم سے اس طرح لپٹتے تھے جیسے دودھ پیتا بچہ اپنی ماں کے سینے سے لپٹ جاتا ہے۔ بیت اللہ شریف کو دیکھنے سے دل کی دنیا میں ایک عجیب سی ہل چل مچ جاتی ہے۔

قبولِ اسلام کا ایک دلچسپ واقعہ:

مجھے امریکہ میں ایک جگہ پر بتایا گیا کہ یہاں ایک خاتون ہے جو پہلے یہودی مذہب سے تعلّق رکھتی تھی اور اب مسلمان ہو چکی ہے۔ وہ بڑی پکی مسلمان ہے۔ اس کی خاص خوبی یہ ہے کہ وہ بہت خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھتی ہے جب وہ نماز پڑھتی ہے تو اس میں ڈوب ہی جاتی ہے۔ وہ اہتمام سے وضو کرتی ہے، پھر وہ اپنے خاص کپڑے پہنتی ہے جو اس نے نماز کے لئے بنائے ہوئے ہیں، پھر وہ تعدیل ارکان کے ساتھ نماز پڑھتی ہے۔ حتیٰ کہ مسلمان عورتیں اس کو دیکھ کر شرما جاتی ہیں اور صحیح معنوں میں دیندار بننے کی کوشش کرتی ہیں۔

مجھے بتایا گیا کہ وہ کچھ مسائل پوچھنا چاہتی ہے۔ میں نے کہا، بہت اچھا۔ چنانچہ وہ پردے کے پیچھے بیٹھ کر انگلش میں گفتگو کرنے لگی، وہ مسائل پوچھتی رہی، اس نے تقریباً دو گھنٹے اسلام سے متعلّق بڑے اچھے اچھے سوال کئے۔ واقعی اس کے دل میں علم حاصل کرنے کی طلب تھی۔ گفتگو کے دوران میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کونسا لمحہ تھا جب آپ کے دل کی دنیا بدلی اور آپ مسلمان بن گئیں؟

وہ کہنے لگی کہ میرے خاوند کی جدہ میں ملازمت تھی اور میں بھی اس کے ساتھ وہاں رہتی تھی۔ اس سے پہلے ہم دونوں امریکہ میں ایک دفتر میں کام کرتے تھے۔ دفتر والوں نے کہا کہ ہم نے جدہ میں ایک نیا دفتر کھولا ہے، اگر کوئی وہاں جانا چاہے تو ہم تنخواہ اور سہولیات بھی زیادہ دیں گے اور انہیں ایک اور ملک دیکھنے کا موقع بھی مل جائے گا۔ ہم دونوں میاں بیوی تیار ہو گئے۔ چنانچہ اس طرح ہم جدہ میں پہنچ گئے۔ میں یہودی مذہب سے تعلّق رکھتی تھی اور وہ عیسائی مذہب سے تعلّق رکھتا تھا۔ وہاں میں کچھ لوگوں کو دیکھتی کہ وہ سفید لباس پہن کر کہیں جا رہے ہوتے تھے، کبھی کاروں میں اور کبھی بسوں میں۔ میں حیران ہوتی کہ یہ لوگ کہاں جاتے ہیں۔ چنانچہ میں ان کے بارے میں اپنے خاوند سے پوچھتی۔ وہ کہتا کہ یہاں مسلمانوں کا کعبہ ہے یہ وہاں جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ میرے دل میں تڑپ پیدا ہوئی کہ ہم مسلمانوں کے کعبہ کو جا کر کیوں نہیں دیکھتے۔ وہ کہنے لگا کہ وہاں غیر مسلم نہیں جا سکتے۔ میں نے کہا کہ اگر ہم نہیں جا سکتے تو کم از کم کوشش تو کر سکتے ہیں، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں موقع دے دے۔ وہ کہنے لگی کہ اگلے دن میں نے مسلمان عورتوں جیسا ایک رومال لیا اور سر پر باندھ لیا اور میرے خاوند نے بھی سر پر ٹوپی کر لی اور ہم بھی اسی راستے پر چل پڑے۔ قدرتی بات ہے کہ وہ ایسا وقت تھا کہ جب ٹریفک پولیس والے کھانا کھا رہے تھے۔ انہوں نے ایک بندہ چیک کرنے کے لئے کھڑا کیا ہوا تھا۔ ٹریفک زیادہ تھی اور وہ چیک کرنے والا ایک بندہ تھا۔ وقت بھی رات کا تھا۔ لہٰذا وہ دور سے ہی سب کو جانے کا اشارہ کر

رہا تھا۔اس طرح ہم بھی اسی ٹریفک میں آگے نکل گئے اور مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ہم نے لوگوں سے پوچھا کہ مسلمانوں کا کعبہ کہاں ہے؟ انہوں نے حرم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہاں ہے۔چنانچہ ہم حرم میں داخل ہو گئے۔ہم چلتے چلتے جب مطاف میں پہنچے تو ہم نے بیت اللہ شریف پر نظر ڈالی۔ہمیں وہاں اتنی برکتیں، اتنی رحمتیں اور اتنے انوارات نظر آئے کہ ہم دونوں کی نگاہیں وہاں ٹکی رہ گئیں۔میں بھی رونے لگی اور میرا خاوند بھی رونے لگا۔کچھ دیر تک ہم دونوں وہاں کھڑے روتے رہے۔دل کی دنیا بدل چکی تھی۔بالآخر ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہیں اس جگہ حقیقت ملی ہے اور میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہیں حقیقت ملی ہے تو ہم دونوں نے کہا کہ ہاں حقیقت ملی ہے۔چنانچہ اسی لمحے ہم دونوں نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ہمیں کسی مسلمان نے نہیں کہا کہ تم مسلمان ہو جاؤ بلکہ ہمیں اللہ کے گھر نے مسلمان بنایا ہے......سبحان اللہ......دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کو فقط بیت اللہ شریف کو دیکھنے سے ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔

ملتزم کی عظمت:

بیت اللہ شریف کے ارد گرد سترہ مقامات ایسے ہیں کہ جہاں کی مانگی ہوئی دعائیں اللہ رب العزت قبول فرما لیتے ہیں۔ان میں سے ایک ''ملتزم'' بھی ہے۔ملتزم سے لپٹ کر جو دعا بھی کی جائے اللہ رب العزت قبول فرما لیتے ہیں۔مزے کی بات یہ ہے کہ جو دعا قبول نہیں ہونی ہوتی ، جب بندہ وہاں دعا مانگنے کے لئے جاتا ہے تو وہ دعا ویسے ہی ذہن سے نکل جاتی ہے۔اس کا کئی بار تجربہ کیا ہے۔سوچتے ہیں کہ یہ بھی مانگنا ہے، یہ بھی مانگنا ہے،لیکن جب وہاں جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ وہ دعا ہی ذہن سے نکال دیتے ہیں۔

وہاں ہمارے ایک دوست انجینئر تھے۔انہوں نے وہاں دعا مانگی کہ اے اللہ! میرے بیٹے کو حافظِ قرآن

بنا دے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں عمرہ کر کے وہاں اپنی رہائش گاہ پر پہنچا۔ جیسے ہی میں نے دروازہ کھولا تو میں نے دیکھا کہ فون کی گھنٹی بج رہی ہے۔ میں نے بھاگ کر فون اٹھایا تو فون پر میری بیوی پاکستان سے کال کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا کہ آپ نے یہ کال کیسے کی؟ وہ کہنے لگی کہ میں بڑے دنوں سے سوچ رہی تھی کہ میں اپنے بیٹے کو حافظِ قرآن بناؤں، لہٰذا آج میں اس کو مدرسے میں قاری صاحب کے پاس بٹھا کر آئی ہوں اور اب میں نے آپ کو یہ اطلاع دینے کے لئے فون کیا ہے......سبحان اللہ......اُدھر دعا مانگی اور اِدھر اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرما دی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل حج میں لکھا ہے کہ ملتزم پر دعا مانگنے کی جو حدیث ہے وہ صحابہ کرامؓ سے نیچے سندِ متّصل کے ساتھ چلی ہے۔ مگر ہر ایک راوی نے جہاں پر یہ بات نقل کی کہ وہاں پر دعائیں قبول ہوتی ہیں وہاں اپنا تجربہ بھی بتایا کہ میری بھی دعائیں قبول ہوئیں۔ پہلے اگلے راوی نے کہا کہ میری بھی دعائیں قبول ہوئیں۔ تو وہ فرماتے ہیں کہ جس طرح اس حدیث پاک کی روایت میں تسلسل ہے اسی طرح انہوں نے جو اپنی دعائیں قبول ہونے کی تصدیق کی اس میں بھی تسلسل ہے۔ پھر آخر میں فرمایا کہ میں اس کتاب میں یہ حدیث نقل کر رہا ہوں اور میں بھی تصدیق کرتا ہوں کہ میں نے بھی وہاں جو دعائیں مانگیں اللہ رب العزت نے قبول فرمالی ہیں اللہ اکبر!!!

محبوب حقیقی کی یاد میں گنگنانے کا انداز:

بیت اللہ شریف کے گرد طواف کرنے کا بھی عجیب سماں ہوتا ہے۔ جیسے شمع کے گرد پروانہ چکر لگاتا ہے اسی طرح رب کریم نے بھی اپنے بندوں کو یہ عبادت بتائی کہ جب تم میرے گھر کے پاس آؤ تو دیوانے بن کر آؤ اور اس گھر کے گرد چکر لگانے شروع کر دو۔ اس محبوبِ حقیقی نے کہا کہ اب تم زیب و زینت کے سب کپڑے اتار دو اور دو چادروں میں لپٹ جاؤ، جیسے مردہ ہوتا ہے۔ اب تمہیں دنیا سے کوئی واسطہ نہیں

ہے .....جب کوئی محبّ اپنے محبوب کی تلاش میں نکلتا ہے تو آہیں بھی بھرتا ہے اور اس کی زبان سے محبوب کی یاد میں گنگنانے کے انداز میں محبّت کے کچھ نہ کچھ کلمات بھی نکلتے ہیں......اس لئے مؤمن سے کہا گیا کہ جب تم احرام کے کپڑے پہن کر نکلو تو

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ۔ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ ۔ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ۔ لَا شَرِيْكَ لَكَ ۔

پڑھتے چلے جاؤ۔

انسانی دلوں کی واشنگ مشین:

ایک صاحب نے اس عاجز سے پوچھا، جی! طواف کے سات چکروں کا کیا مطلب ہے؟ میں نے کہا، بھئی! یہ عبادت ہے۔لیکن اسے بات سمجھ میں نہ آئی۔ پھر میرے ذہن میں ایک بات آئی لہٰذا اسے ذرا اور انداز میں سمجھانے کی کوشش کی۔ میں نے کہا، کیا آپ کے گھر میں واشنگ مشین ہے؟ وہ کہنے لگا، جی ہاں۔ میں نے پوچھا کہ جب کپڑے گندے ہو جاتے ہیں تو تم کیا کرتے ہو؟ وہ کہنے لگا کہ گندے کپڑوں کو واشنگ مشین میں ڈالتے ہیں اور پھر اس کے چند چکر دلواتے ہیں۔ جب نکالتے ہیں تو وہ کپڑے پاک صاف ہو چکے ہوتے ہیں۔میں نے کہا،

”اللہ تعالیٰ نے بھی انسانوں کے دلوں کو دھونے کی واشنگ مشین بنادی ہے۔“

اللہ رب العزت کہتے ہیں،

”اے میرے بندو! تم دنیا میں رہ کر اپنے دلوں کو کالا کر لیتے ہو،مخلوق کی محبّت میں پھنس جاتے ہو اور دنیا داری میں گرفتار ہو جاتے ہو،تم وہاں سے چھوٹ کر میلے دلوں کے ساتھ آؤ، جب میرے گھر میں پہنچو

گے تو بس تمہیں سات چکر لگوائیں گے اور تمہیں بھی دھو کر نکال دیں گے۔'' سبحان اللہ۔

حج کا فلسفہ:

اب ذرا حج کا فلسفہ بھی سن لیجئے..... مؤمن بندہ نے کلمہ پڑھ کر اللہ رب العزت کے ساتھ محبّت کا دعویٰ کیا۔ اللہ رب العزت نے اس مؤمن کو آزمانا چاہا تو طریقہ یہ بنایا کہ پہلے اس کا مالی امتحان لیا جائے تاکہ پتہ چلے کہ وہ محبوب کے کہنے پر مال خرچ کرتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ مؤمن کو رجب اور شعبان میں زکوٰۃ دینے کا حکم دیا گیا کہ جو صاحبِ نصاب ہیں وہ زکوٰۃ ادا کریں۔ جس جس بندے نے زکوٰۃ ادا کر دی گویا وہ اس اے پیپر (A-Paper) میں سے پاس ہو گیا۔ پھر اللہ رب العزت نے ان کا بی پیپر (B-Paper) لیا۔ وہ رمضان المبارک ہے کہ جس کے ذریعے جسمانی امتحان لیا جاتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے میرے بندے! تم نے زکوٰۃ ادا کر کے مالی امتحان میں سے کامیابی حاصل کر لی، اب تم اِن اوقات میں اپنا کھانا پینا بھی چھوڑ کر دکھاؤ۔ تو جس مؤمن بندے نے رمضان المبارک کے روزے بھی رکھ لئے وہ بی پیپر میں سے بھی کامیاب ہو گیا۔

دستور یہ ہے کہ جب کوئی امتحان میں سے کامیاب ہوتا ہے تو پھر اس کو انعام بھی ملتا ہے۔ لہٰذا اللہ رب العزت نے مؤمن بندے کو انعام دینے کے لئے اپنے گھر کی طرف بلایا۔ چنانچہ رمضان المبارک کے ختم ہوتے ہی حج کا موسم شروع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی عید کے اگلے دن ہی حج کا احرام باندھنا چاہے تو وہ باندھ سکتا ہے...... یہ جو دن گزر رہے ہیں ان کو موسمِ حج کہتے ہیں۔ ویسے بھی اب تو حجاج جانا شروع ہو گئے ہیں۔ اب عشاق مختلف ملکوں اور مختلف شہروں سے جا رہے ہیں۔ کوئی ہوائی جہاز کے ذریعے اور کوئی بحری جہاز کے ذریعے۔ چونکہ سال میں یہ موقع ایک ہی بار آتا ہے اس لئے اس موقع کی مناسبت سے چند باتیں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں..... تو مؤمن جب حج کے سفر پر نکلا تو

اللہ تعالیٰ نے اس کو فرما دیا کہ اب تم اپنا زیب و زینت کا لباس اتار دو، یہ امیر غریب کا فرق ختم کر دو، شاہ و گدا سب ایک بن جاؤ۔ تم سب ہمارے چاہنے والے ہو، لہٰذا دو چادروں میں لپٹ جاؤ اور تلبیہ پڑھتے ہوئے ہمارے گھر کی طرف آؤ۔ چنانچہ انسان اللہ تعالیٰ کے گھر کی طرف جاتا ہے اور وہاں جا کر طواف کرتا ہے، سعی کرتا ہےا اور ارکان حج ادا کرتا ہے۔

سفرِ حج کی دشواریوں کی ایک جھلک:

ہمارے اکابرین بڑی مشکلات کے ساتھ حج کا سفر کیا کرتے تھے۔ اب تو بڑی آسانیاں ہو گئی ہیں۔ جدہ اتریں تو ائر کنڈیشنڈ بسوں میں سفر کر کے ائر کنڈیشنڈ کمروں میں پہنچ جاتے ہیں۔ فقط سڑکیں ائر کنڈیشنڈ نہیں ہیں باقی سب چیزیں ائر کنڈیشنڈ ہیں، مسجدیں بھی ائر کنڈیشنڈ ہیں۔

ہمارے حضرتؒ فرماتے تھے کہ جب ہم بحری جہاز کے ذریعے حج کو جاتے تھے تو بعض اوقات ہمارا بحری جہاز لنگر انداز ہونے کے بعد ایک ایک مہینہ انتظار میں کھڑا رہتا تھا اور ہم جہاز کے اندر ہوتے تھے .....آج تو جہاز سے اترنے کے بعد دو تین گھنٹے کے اندر ائر پورٹ سے باہر ہوتے ہیں.....پھر جب جدہ سے مکہ مکرمہ جاتے تھے تو پھر اونٹوں پر سفر کرنا پڑتا تھا۔ کئی مرتبہ اونٹ کا کرایہ ہی نہیں ہوتا تھا۔ بہر حال ہم اپنا سامان اونٹ پر رکھتے اور خود پیدل چلتے ہوئے ہم جدہ سے مکہ مکرمہ پہنچا کرتے تھے۔ جی ہاں! پہاڑی پر پیدل چڑھتے اور پھر اترتے .....آج تو پہاڑیوں کو کاٹ کر سیدھا راستہ بنا دیا گیا ہے۔ اب صرف ایک گھنٹہ لگتا ہے.....حضرتؒ فرماتے تھے کہ ہمیں اپنے ساتھ کھانے پینے کا سامان بھی رکھنا ہوتا تھا اور وضو اور غسل کا پانی بھی ساتھ رکھنا پڑتا تھا کیونکہ راستے میں پانی نہیں ملتا تھا۔ کتنی مشقّت ہوتی ہوگی۔ آسانیاں تو اب ہوئی ہیں اس سے پہلے بہت زیادہ دشواریاں ہوتی تھیں۔

اس قدر غربت کا عالم.....!!!

اس زمانے میں خود عرب میں رہنے والے لوگوں پر بڑی غربت کا عالم تھا۔.....اب تو اللہ رب العزت نے وہاں سونے اور تیل کے ذخائر کھول دیئے ہیں جن کی وجہ سے آسانیاں ہوگئی ہیں۔..... پہلے دور میں اتنی مشکلات تھیں کہ ہمارے پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ جا رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا تو ایک بوڑھا اعرابی کہیں سے آیا۔ وہ اشارہ کرنے لگا کہ میں بھوکا ہوں مجھے کچھ کھانے کو دو۔ حضرتؒ نے اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ ان کے لئے کھانا بنا دو۔ انہوں نے آٹا نکالا تاکہ گوندھ کر روٹیاں پکائیں۔ جب اس بوڑھے نے کچا آٹا دیکھا تو بھوک کی شدت کی وجہ سے اس سے رہا نہ گیا لہٰذا اس نے پانی کا ایک پیالہ بھرا اور اس نے کچا آٹا مٹھی میں لے کر اس میں گھول کر پی لیا اور کہنے لگا کہ اب میں روٹی پکنے کا انتظار کر سکتا ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ ان دنوں جب حاجی لوگ پھل کھا کر چھلکے پھینکتے تو مقامی بچے ایک دوسرے کے ساتھ ان چھلکوں کو اٹھانے کے لئے جھگڑا کیا کرتے تھے۔ یہ ۱۹۶۰ء سے پہلے کی بات ہے۔

ایک بچے کے دل میں بیت اللہ شریف کی محبّت:

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب واقعہ سنایا۔ فرمانے لگے کہ ہم حرم شریف میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک چھوٹا سا بچہ وقتاً فوقتاً ہمارے خیمے میں آتا۔ ہم اسے کھانے کے لئے روٹی دے دیتے اور وہ خوشی خوشی چلا جاتا تھا۔ اس کے بار بار آنے سے ہمیں اس کے ساتھ محبّت ہوگئی اور وہ چھوٹا سا بچہ بھی ہم سے مانوس ہوگیا۔ جب ہمارا قیام پورا ہوگیا اور ہمیں آگے سفر پر جانا تھا تو میری اہلیہ نے اس بچے کو بلایا اور کہا کہ اگر تم ہمارے ساتھ چلو تو ہم تمہیں لے چلتے ہیں۔ اس نے کہا، ''کہاں؟'' انہوں نے کہا، ''اپنے ملک میں''۔ وہ کہنے لگا، ''وہاں کیا ہوگا؟'' انہوں نے کہا، ''وہاں گرمی بھی کم ہے، وقت پر

کھانا بھی مل جاتا ہے اور پانی بھی مل جاتا ہے۔ تمہیں وہاں ہر سہولت میسر ہوگی، کوئی تنگی نہیں ہوگی، اچھا لباس بھی ملے گا، غرض ہر طرح کی نعمت ملے گی۔ انہوں نے اس کو بڑی سہولیات گنوائیں۔ وہ بچہ سب باتوں کو بڑے غور سے سنتا رہا۔ جب انہوں نے بات مکمّل کر لی تو اس وقت بچے نے بیت اللہ شریف کی طرف اشارہ کیا اور پوچھا کہ کیا یہ بیت اللہ شریف بھی وہاں ہوگا؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو وہاں نہیں ہوگا۔ یہ سن کر بچہ کہنے لگا کہ اگر یہ وہاں نہیں ہوگا تو مجھے وہاں جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تو فقط بیت اللہ کا پڑوس چاہیے.....اللہ اکبر۔

حج محبّت والوں کو نصیب ہوتا ہے:

حج کا تعلّق بندے کی محبّت کے ساتھ ہے۔ اگر مال و دولت کی بنیاد پر بندہ حج پر جا سکتا ہوتا تو یہ دنیا کے سب مالدار حاجی بنے ہوتے۔ اکثر مالداروں کو یہ نعمت نصیب ہی نہیں ہوتی۔ بعض لوگ اتنے امیر ہوتے ہیں کہ اگر وہ یہاں سے روزانہ ٹکٹ لے کر بیت اللہ شریف کی زیارت کو جائیں اور عمرہ کر کے آئیں تو وہ روزانہ عمرہ کر سکتے ہیں، گویا وہ سال کے تین سو پینسٹھ عمرے کر سکتے ہیں مگر ان کو توفیق ہی نہیں ملتی۔ حتیٰ کہ انہوں نے زندگی میں ایک عمرہ بھی نہیں کیا ہوتا۔ اس کے برعکس کئی غریبوں کو دیکھا کہ جو پیسے اکٹھے کر کر کے دل کی سچی تمنا کی وجہ سے وہ حج کر آتے ہیں۔ اور جو زیادہ خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اس سفر کی سعادت کا سوال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بغیر اسباب کے بھی یہ سعادت عطا فرما دیتے ہیں۔

ایک گوالے کا سچا جذبہ:

جامعہ اشرفیہ میں ایک بزرگ گزرے ہیں، مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ انہوں نے معارف القرآن بھی لکھی۔ وہ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے۔ چونکہ وہ ایک فقیہہ وقت تھے اس لئے ان کا سنایا ہوا واقعہ سنانے کی جرات کر رہا ہوں۔

لاہور کا ایک گوالا تھا.....گائے بھینس کا دودھ دوہنے والے کو گوالا کہتے ہیں۔.....وہ نوجوان تھا۔اس کے دل میں حج کرنے کی بڑی طلب تھی۔ چنانچہ جب لوگ حج کر کے واپس آتے تو وہ ان سے بڑے شوق اور محبّت کے ساتھ سفرِ حج کے احوال پوچھتا تھا۔حتیٰ کہ اس نے حج کے موسم میں لوگوں سے پوچھنا شروع کر دیا کہ لوگ حج پر کیسے جاتے ہیں؟ کسی نے اسے بتا دیا کہ حج کے لئے کراچی سے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس نے لوگوں سے پوچھنا شروع کر دیا کہ کراچی کیسے جاتے ہیں۔ کسی نے کہا کہ اسٹیشن سے جاتے ہیں ۔پھر اس نے لوگوں سے پوچھا کہ اسٹیشن کہاں سے جاتے ہیں۔ کسی نے اس کو اسٹیشن پہنچا دیا۔اب وہاں اسٹیشن سے پوچھتا پھر رہا تھا کہ مجھے کراچی جانا ہے، کراچی کیسے جاتے ہیں۔ وہ کئی دنوں تک لاہور اسٹیشن پر پھرتا رہا۔ بالآخر ٹرین کے ایک کنڈ یکٹر گارڈ نے سوچا کہ یہ بے چارہ کئی دنوں سے پھر رہا ہے لہٰذا اس کے ساتھ کچھ تعاون کرنا چاہئے۔ چنانچہ اس نے گوالے سے کہا کہ تم میرے ساتھ ٹرین میں بیٹھ جاؤ میں تمہیں کراچی لے جاتا ہوں۔اس طرح وہ ٹرین کے ذریعے کراچی پہنچ گیا۔

کراچی ریلوے اسٹیشن پر پہنچ کر اس نے پھر پوچھنا شروع کر دیا کہ مجھے حج پر جانا ہے، کیسے جاؤں۔ کسی نے اسے حاجی کیمپ جانے کا راستہ بتا دیا اور وہ حاجی کیمپ چلا گیا۔ وہاں تو پورا شہر آباد ہوتا ہے۔لوگ روزانہ بحری جہاز پر سوار ہو کر جا رہے ہوتے ہیں۔ جب وہ لوگوں کو سوار ہو کر جاتے دیکھتا تو اس کے جذبات کے سمندر میں اور زیادہ جوش آجاتا.....اگرچہ اس کے پاس سفر کے وسائل نہیں تھے، نہ ٹکٹ تھا، نہ پاسپورٹ تھا اور نہ ہی پیسے تھے، مگر اس کے دل میں حج کرنے کا سچا جذبہ موجود تھا۔..... چنانچہ وہ وہاں بھی یہی کہتا رہا کہ مجھے حج پر جانا ہے۔

ایک دن اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ جو حاجیوں کا سامان جہاز پر لے جانے والے قلّی ہیں ان کی ایک مخصوص وردی ہے اور ان کو اوپر جانے کی اجازت ہے، لہٰذا مجھے کسی قلّی سے دوستی لگانی چاہیے۔

چنانچہ اس نے ایک قلی سے دوستی لگالی اور اسے کہا، بھئی! آپ اپنی وردی مجھے دے دیں میں بھی حاجیوں کا سامان اوپر پہنچاؤں گا۔ جب سامان ختم ہو جائے گا تو میں اپنے کپڑے پہن کر آپ کی وردی واپس بھیج دوں گا۔ میرا بھی کام بن جائے گا اور آپ کی وردی بھی واپس آجائے گی۔ چنانچہ اس قلّی نے اسے اپنی وردی دے دی اور وہ سامان اٹھانے کے بہانے اس جہاز پر آتا جاتا رہا۔ جب سارا سامان ختم ہو گیا تو وہ ادھر ہی کہیں چھپ گیا اور اپنے کپڑے پہن کر قلّی کی وردی واپس بھجوادی۔ اب وہ وہیں پر ادھر ادھر وقت گزارتا رہا۔ وہاں تو ایک جہاز میں ہزاروں لوگ ہوتے ہیں کیا پتہ چلے کہ کون کیا ہے.....اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ایسی محبّت تھی کہ پاسپورٹ اور ٹکٹ کے بغیر وہ جذبات کے گھوڑے پر سوار ہو کر اللہ کا گھر دیکھنے جا رہا تھا.....لوگ تو اپنے کمروں میں بستروں پر سوتے اور وہ بے چارہ بیٹھ بیٹھ کر وقت گزار لیتا۔

اس نے جہاز میں ایک بندے کے ساتھ واقفیت پیدا کر لی اور اسے کہا کہ بھئی! جب جدہ آئے تو مجھے بتا دینا۔ چنانچہ جب جدہ شہر کی روشنیاں سامنے نظر آنے لگیں اور بحری جہاز ساحل کے قریب پہنچ گیا تو اس آدمی نے کہا، وہ دیکھو جدہ آگیا ہے۔ اس آدمی نے دیکھا کہ وہ نوجوان جہاز کے عرشے کے اوپر چڑھا اور کھڑے ہو کر اس نے سمندر کے اندر چھلانگ لگا دی۔ اسے تیرنا تو آتا نہیں تھا چنانچہ جب وہ نیچے گیا تو پھر اوپر ابھر ہی نہ سکا۔ جب اس آدمی نے دیکھا کہ یہ تو نظر ہی نہیں آرہا تو وہ سمجھ گیا کہ وہ نوجوان ڈوب گیا ہے اور اس نے دل میں سوچا کہ اچھا، اللہ کو یہی منظور تھا۔

جب اس آدمی نے حج کیا اور طواف زیارت کے بعد حرم شریف سے باہر نکل رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ وہ گوالا بھی حرم شریف سے باہر نکل رہا ہے اور اس نے عربوں جیسے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ اس نے اس سے پوچھا، کیا آپ وہی ہیں جس نے سمندر میں چھلانگ لگائی تھی؟ وہ کہنے لگا، ہاں میں وہی ہوں۔ وہ

وہاں ایک دوسرے کو خوب ملے۔ اس نے گوالے سے پوچھا کہ سناؤ تمہارے ساتھ کیا بیتی؟ اس نے کہا، میرے ساتھ چلو میں تمہیں آگے جا کر بتاؤں گا۔ چنانچہ وہ آدمی اس کے ساتھ چل پڑا۔ جب وہ باہر نکلے تو دیکھا کہ ایک بالکل نئی کار کھڑی ہے اور ڈرائیور انتظار کر رہا ہے۔ گوالا کار کے اندر بیٹھا اور ساتھ اس آدمی کو بھی بٹھا لیا اور ڈرائیور ان کو ایک مکان کی طرف لے گیا جو بالکل نیا بنا ہوا تھا۔ اندر جا کے دیکھا کہ کوٹھی سجی ہوئی ہے۔ گوالے نے اسے ایک جگہ پر بٹھا دیا اور نوکر سے کہا کہ مہمان کے لئے کھانے پینے کی کوئی چیز لے آؤ۔ چنانچہ وہ مشروبات اور پھل لے آیا۔ اس آدمی نے حیران ہو کر پوچھا، بھئی! مجھے بتاؤ کہ قصہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ میں تمہیں قصہ بعد میں بتاؤں گا، پہلے یہ دیکھو کہ یہ کار بھی میری ہے، ڈرائیور بھی میرا ہے اور مکان بھی میرا ہے۔ اس نے پوچھا کہ بھئی! یہ سب کچھ تمہیں کیسے مل گیا؟

وہ کہنے لگا کہ ہے تو یہ راز کی بات، لیکن چونکہ تم میرے محرم راز ہو اس لئے میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ کہنے لگا کہ میرے دل میں اللہ کا گھر دیکھنے کا بہت شوق تھا اور اس شوق اور محبّت میں میں نے یہ حیلہ کیا۔ جب میں جدہ پہنچا تو میں نے کہا، اے اللہ! بس میں تیرا گھر دیکھنے کے لئے آ گیا ہوں لہٰذا اب اپنے آپ کو تیرے حوالے کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں نے چھلانگ لگا دی۔ مجھے تیرنا تو آتا نہیں تھا، بس ایسے ہی ہاتھ پاؤں مارتا رہا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مجھے لہریں خود ہی دھکیل دھکیل کر ساحل کی طرف لے جاتی رہیں، میرے اندر بھی پانی چلا گیا اور میرے ہوش بھی اُڑ گئے۔ جب میں ساحل پر پہنچا تو نیم بے ہوشی کی حالت میں تھا۔ میں باہر نکلا اور وہیں لیٹ گیا۔ جب اٹھا تو صبح تہجّد کا وقت تھا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا تو باہر جانے کے سب راستے بند تھے۔ ساحل کے ساتھ گِرل لگی ہوئی تھی اور آگے دروازہ بند تھا۔ میں وہیں گِرل کے پاس بیٹھ گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس گِرل کے دوسری طرف کوٹھی نما ایک گھر ہے اور اس گھر کے صحن میں ایک گائے بندھی ہوئی ہے۔ دو آدمی اس گائے کا دودھ نکالنے کے لئے آئے مگر گائے ان

سے مانوس نہیں تھی جس کی وجہ سے قابو میں نہیں آ رہی تھی۔ جب وہ دودھ نکالنے کے لئے بیٹھے تو گائے نے انھیں بیٹھنے ہی نہ دیا۔ وہ بڑی مصیبت میں گرفتار تھے۔ ایک آدمی گائے کو پکڑتا اور دوسرا تھن کو ہاتھ لگاتا تو گائے بھاگ کر دوسری طرف چلی جاتی تھی۔ وہ تقریباً آدھا گھنٹہ اس کے ساتھ کشتی کرتے رہے۔ میرا تو کام ہی یہی تھا۔ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں نے انہیں اشارہ کیا کہ اگر مجھے کہو تو میں اس کا دودھ نکال دیتا ہوں.....وہ تو عربی بولتے اور سمجھتے تھے اس لئے ان کو اشارے سے ہی دودھ نکال دینے کی پیشکش کی.....انہوں نے کہا، آ جاؤ۔ میں نے کہا کہ یہ جنگلہ ہے، میں تو نہیں آ سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی شان کہ وہ کوٹھی اس Sea Port (سی پورٹ) کے ڈائریکٹر کی تھی۔ اس کا ایک بیٹا تھا۔ ڈاکٹروں نے اسے ہدایت کی ہوئی تھی کہ اپنے بیٹے کو گائے کا دودھ پلایا کریں......اس زمانے میں فیڈر کی ماں نہیں ہوتی تھی......اس نے اسپیشل اپنے بیٹے کے لئے وہ گائے رکھی ہوئی تھی۔ گائے کے اندر دودھ تو ہوتا تھا مگر وہ اسے نکالنے نہیں دیتی تھی جس کی وجہ سے ڈائریکٹر اور اس کی بیوی کو بڑی پریشانی تھی کہ بچے کو دودھ پورا نہیں ملتا.....اب جب میں نے کہا کہ میں گائے کا دودھ نکال دیتا ہوں تو ان دونوں نے جا کر ڈائریکٹر سے کہا کہ یہاں جنگلے کے اندر مسافروں میں سے ایک آدمی کہتا ہے کہ میں تمہیں دودھ نکال دیتا ہوں۔ اس نے کہا، یہ چابی لو اور جا کر اسے لے آؤ۔ وہ گیٹ کا تالا کھول کر میرے پاس آئے اور مجھے ڈائریکٹر صاحب کے پاس لے گئے۔ جب میں نے گائے کو ذرا ہاتھ پھیرا اور اسے پیار کی بات کہی تو وہ مانوس ہو گئی، میں نے نیچے بیٹھ کر ان کو آٹھ دس کلو دودھ نکال کر دے دیا۔

جب ڈائریکٹر کی بیوی نے دیکھا تو وہ بڑی خوش ہوئی اور کہنے لگی کہ آج تو میرا بیٹا سارا دن دودھ پئے گا۔ پھر وہ کہنے لگی کہ اس بندے کو نہیں جانے دینا۔ جب ڈائریکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی تو اس نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ میں تو پاکستان سے حج کرنے آیا ہوں۔ وہ کہنے لگا کہ ہم تمہیں

واپس نہیں جانے دیں گے، اس لئے کہ تم اچھا دودھ نکالتے ہو۔ میں نے کہا کہ میں دودھ تو نکال دیا کروں گا لیکن میں نے حج بھی کرنا ہے۔ وہ کہنے لگا کہ تم فکر نہ کرو ہم تمہیں حج بھی کروا دیں گے۔ دوسرے دن اس کی بیوی نے اپنے والد کو فون کیا اور اسے ساری تفصیل بتا دی۔ اس کے والد نے دوسو گائے بھینسوں کا باڑا بنایا ہوا تھا۔ چنانچہ جب اس نے یہ بات سنی تو بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ ہمیں تو خود ایسے ٹرینڈ بندے کی ضرورت ہے۔ بعد میں اس نے ڈائریکٹر صاحب کو فون کیا اور کہا کہ اس بندے کو میرے پاس بھیج دو۔ اس نے کہا، جی بہت اچھا، میں بھیج دیتا ہوں۔ چنانچہ ڈائریکٹر صاحب نے مجھے اپنی گاڑی میں بٹھایا اور اپنے سسر صاحب کے گھر پہنچا دیا۔ اس کے سسر نے مجھے کہا کہ میں تمہیں یہاں رکھتا ہوں، تمہارے ذمے یہ کام ہے کہ تم صبح وشام میری گائے بھینسوں کا دودھ نکال دیا کرو گے۔ جب دودھ دوہنے کا وقت آیا تو میں نے اس کو بیس پچیس گائے بھینسوں کا دودھ منوں کے حساب سے نکال دیا۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ اتنا دودھ بھی نکل سکتا ہے۔ وہ مجھے کہنے لگا کہ بس اب تم نے یہیں رہنا ہے اور میں نے اسے کہا کہ مجھے حج پر جانا ہے۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد یہی کہتا کہ بس اب تم نے یہیں رہنا ہے لیکن میں جواب میں یہی کہتا کہ مجھے حج پر جانا ہے۔ میں تین دن وہاں رہا اور تینوں دن وہ مجھے بار بار یہی کہتا کہ تم نے یہیں رہنا ہے اور میں اسے کہتا کہ مجھے حج پر جانا ہے۔ تیسرے دن وہ کہنے لگا، میاں! ہم تجھے حج بھی کروائیں گے لیکن تو نے رہنا یہیں ہے۔ میں نے کہا کہ میں حج تو کروں گا لیکن باقی باتیں بعد میں کریں گے۔

اس نے مجھے حج بھی کروا دیا ہے۔ حج کرنے کے بعد میں نے اسے کہا کہ میرا حج ہو گیا ہے اب مجھے گھر واپس جانا ہے۔ وہ کہنے لگا، نہیں تو نے یہیں رہنا ہے۔ میں نے کہا کہ میرے تو بیوی بچے وہاں ہیں۔ اس نے کہا، فکر نہ کرو، میں نے ایک نیا گھر بنایا ہے۔ وہ گھر میں تجھے دیتا ہوں، یہ میری نئی گاڑی ہے، یہ

بھی تجھے دیتا ہوں اور یہ ڈرائیور ہے یہ بھی میں تجھے دیتا ہوں۔اب تم اپنے بیوی بچوں کے نام اور ایڈریس بتا دو، میں پیغام بھیج دیتا ہوں اور آنے والے جہاز میں تمہارے بیوی بچے بھی پہنچ جائیں گے۔پھر ایک حج کیا ہر سال حج کرتے رہنا۔اب ایک ہفتے بعد میرے بیوی بچے بھی میرے پاس پہنچ جائیں گے۔میں نے حج بھی کر لیا ہے، اللہ نے گھر بھی دے دیا ہے اور گاڑی بھی دے دی ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کے گھر کو دیکھنے کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا کی نعمتیں بھی عطا کر دی ہیں۔اب میں یہیں رہوں گا اور ہر سال بیت اللہ شریف کا چکر لگاؤں گا.....بھئی! ہم سے تو وہ گوالا اچھا کہ اس نے دودھ نکالنے کی برکت سے بیت اللہ شریف دیکھ لیا۔سچ ہے کہ جب جذبہ سچا ہو تو پھر بات بھی بن جاتی ہے۔

حضرت مدنیؒ کا سچا جذبہ:

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے پاس سفر حج کا خرچ نہیں تھا لیکن ان کا جذبہ بہت تھا کہ میں حج کو جاؤں۔جب ذوالحجہ کے دن شروع ہوتے تو وہ روزانہ کھانا کھاتے ہوئے یاد کرتے کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جو حج پر جا چکے ہیں اور میں یہیں پر ہوں۔یہ خیال آتے ہی ان کو کھانا اچھا نہیں لگتا تھا، رات کو نیند نہ آتی۔کئی مرتبہ آسمان کی طرف دیکھتے اور آسمان کی طرف دیکھ کر کہتے، معلوم نہیں عشاق کیا کر رہے ہوں گے۔یعنی جو حج پر جا چکے ہوتے ان کو وہ اللہ کے عاشق کہتے تھے۔وہ بار بار یہی کہتے تھے،

۔معلوم نہیں عشاق کیا کر رہے ہوں گے

۔کوئی طواف کر رہا ہوگا ،

۔کوئی مقامِ ابراہیم پر سجدے کر رہا ہوگا،

۔کوئی غلافِ کعبہ پکڑ کر دعا مانگ رہا ہوگا،

۔کوئی ملتزم سے لپٹ کر اللہ کے حضور اپنی فریاد پیش کر رہا ہوگا۔

ان کے لئے ذوالحجہ کے یہ دس دن گزارنے مشکل ہو جاتے تھے۔اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ جذبہ اتنا پسند آیا کہ ربِ کریم نے ان کے لئے حرمین شریفین کے دروازے کھول دیئے اور انہوں نے اٹھارہ سال مسجدِ نبوی ﷺ میں بیٹھ کر حدیث پاک کا درس دیا۔کہاں جانے کو ترستے تھے اور کہاں مسجدِ نبوی ﷺ کے محدث بنے......اللہ اکبر۔

مسجدِ نبوی میں درسِ حدیث دینے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی نسبت عطا فرمائی کہ،

......پیدا ہوئے انڈیا میں،

......پلے بڑھے انڈیا میں،

......تعلیم پائی انڈیا میں،

......خویش قبیلہ انڈیا میں،

......زندگی گزاری انڈیا میں،

......دفن ہوئے انڈیا میں۔

لیکن اللہ رب العزت نے حسین احمد کے ساتھ مدنی کا لفظ لگا دیا۔آج اگر کوئی نام نہ لے اور فقط یہ کہہ دے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا تو لوگ مدنی کے لفظ سے ان کی پہچان کر لیتے ہیں۔سبحان اللہ۔

محبتِ بلالی رضی اللہ عنہ کی ضرورت:

اگر دل میں تڑپ ہو تو اللہ تعالیٰ سب مشکلوں کو آسان کر دیتے ہیں۔محبّت کے بغیر یہ کام آگے نہیں بڑھتا۔اور محبّت بھی بلالی چاہیے۔......سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو کیسی محبّت تھی؟......جب نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

نے پردہ فرمالیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دل میں سوچا کہ پہلے اذان دیتا تھا تو محبوب A کا دیدار کیا کرتا تھا، اب اگر اذان دوں گا اور دیدار نہیں کرسکوں گا تو پھر میں تو زندہ ہی نہیں رہوں گا۔ چنانچہ مدینہ طیبہ سے ہجرت کر کے شام چلے گئے۔

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دومرتبہ اذان دی ہے۔

(۱).....ایک اذان تو اس وقت دی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیت المقدس فتح ہوا۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات آئی کہ آج سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اذان اس قبلہ اول میں سنیں۔ چنانچہ انہوں نے فرمائش کی کہ بلال! آج بیت المقدس میں اذان دیجئے۔ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس میں اذان دی مگر صحابہ کرامؓ کی حالت یہ تھی کہ مرغِ نیم بسمل کی طرح تڑپ رہے تھے۔

(۲).....ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خواب میں نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا دیدار نصیب ہوا۔ نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا،

’’بلال! یہ کتنی سردمہری ہے کہ تم ہمیں ملنے ہی نہیں آتے۔‘‘

یہ سنتے ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آنکھ کھل گئی۔ انہوں نے اسی وقت اپنی بیوی کو جگایا اور کہا کہ میں بس اسی وقت رات کو ہی سفر کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اپنی اونٹنی پر روانہ ہوگئے۔ مدینہ طیبہ پہنچے تو سب سے پہلے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں حاضر ہوکر سلام پیش کیا۔ اس کے بعد مسجدِ نبوی میں نماز پڑھی۔ دن ہوا تو صحابہ کرامؓ کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ آج ہم بلال رضی اللہ عنہ کی اذان پھر سنیں۔ چنانچہ کئی صحابہ نے ان کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا کہ جی میں نہیں سنا سکتا کیونکہ میں برداشت نہیں کرسکوں گا۔ مگر ان میں سے بعض حضرات نے حسنین کریمینؓ سے کہہ دیا کہ آپ بلال رضی اللہ عنہ سے فرمائش کریں۔ ان کا اپنا بھی دل چاہتا تھا۔ چنانچہ شہزادوں نے فرمائش کی کہ ہمیں اپنے نانا کے

زمانے کی اذان سننی ہے۔اب یہ فرمائش ایسی تھی کہ بلال رضی اللہ عنہ کے لئے انکار کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ چنانچہ یہ دوسرا موقع تھا جب بلال رضی اللہ عنہ اذان دینے لگے۔ جب انہوں نے اذان دینا شروع کی اور صحابہ کرامؓ نے وہ اذان سنی جو نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے دور میں سنا کرتے تھے تو ان کے دل ان کے قابو میں نہ رہے۔حتیٰ کہ گھروں کے اندر جو مستورات تھیں جب انہوں نے وہ آواز سنی تو وہ بھی روتی ہوئی اپنے گھروں سے باہر نکلیں اور مسجد نبوی کے باہر ہجوم لگ گیا۔عجیب بات یہ تھی کہ ایک عورت نے بچے کو اٹھایا ہوا تھا اور وہ چھوٹا سا بچہ اپنی ماں سے پوچھنے لگا،''اماں! بلال رضی اللہ عنہ تو کچھ عرصہ کے بعد واپس آ گئے، یہ بتاؤ کہ نبی علیہ السّلام کب واپس آئیں گے؟''

اس بات کو سن کر صحابہ کرامؓ مچھلی کی طرح تڑپ اٹھے .....اللہ اکبر.....یہ محبّت تھی۔ جب دل میں بلالی رضی اللہ عنہ محبّت ہو تو پھر اللہ رب العزت راستے ہموار کر دیا کرتے ہیں۔

بیت اللہ شریف کی برکت کا ایک حیرت انگیز واقعہ:

بیت اللہ شریف کی برکت کا ایک واقعہ ابھی یاد آیا ہے۔وہ بھی آپ کو سناتا چلوں ایک نوجوان کسی فیکٹری میں ہمارے ساتھ کام کرتا تھا۔ وہ اتنا خوبصورت تھا کہ اسے دیکھ کر انسان حیران ہو جاتا تھا۔اس کے نقش نین، اس کا قد اور اس کا ڈیل ڈول قابل دید تھا اور اس کی چھاتی ایسی باڈی بلڈرز کی طرح تھی کہ اگر اس کے سینے پر پانی کا گلاس رکھتے تو وہ بھی ٹھہر سکتا تھا۔ جب وہ چلتا تو پتہ چلتا تھا کہ ایک نوجوان چل کے آرہا ہے۔ جہاں اس کی Personality (شخصیت) خوبصورت تھی وہاں اللہ تعالیٰ نے اسے مال و متاع بھی بڑا دیا تھا۔ وہ کئی مربع زرعی زمین کا وارث تھا۔اس کا ایک اور بھائی بھی تھا جو میجر تھا۔ وہ نوجوان یونیورسٹی کے ماحول میں جا کر دہریہ بن گیا تھا۔

جب ہمیں پتہ چلا کہ وہ دہریہ ہے تو ہمیں تشویش ہوئی۔ میں نے اپنے ساتھ والے انجینئر سے کہہ دیا کہ

آپ لوگوں نے اس سے کوئی بحث نہیں کرنی۔ البتہ جب کبھی کوئی بات ہوئی تو یہ عاجز فقیر ہی اس سے بات کرے گا۔ چونکہ ہم دونوں کا ایک ہی Status (عہدہ) تھا اس لئے وہ میرے ساتھ ذرا حساب سے بات کرتا تھا۔

اس نے طرح طرح کی باتیں کرنا شروع کر دیں۔ کسی سے کہتا، یار! جس طرح تم اللہ سے ڈرتے ہو میں نہیں ڈرتا۔ کبھی کچھ کہتا اور کبھی کچھ......کوئی ملازم آ کر کہتا، جی مجھے چھٹی چاہیے۔ وہ پوچھتا، کیوں؟ وہ بتاتا کہ مجھے جماعت کے ساتھ جانا ہے۔ وہ آگے سے کہتا، اچھا اچھا، تم جہالت پھیلانے جا رہے ہو۔ ایک دن اس نے آ کر انجینئرز سے یہ کہا، یار! میں آج جنازہ پڑھنے گیا تھا۔ میں نے کئی قبروں کو ہاتھ لگا دیکھا لیکن مجھے تو ان میں سے کوئی بھی گرم محسوس نہیں ہوئی۔ اس طرح وہ Taunt (ملامت) کرتا تھا۔ ان حالات کے پیشِ نظر ہم اس کی ہدایت کے لئے دعا بھی کیا کرتے تھے اور اس انتظار میں بھی تھے کہ کسی مناسب وقت میں اس سے بات کریں گے۔

ایک دن اس نے بتایا کہ میری والدہ نے میری شادی کا پروگرام بنایا ہے۔ ہم نے کہا، بہت اچھا۔ جب اس نے یہ بات ظاہر کی تو ادھر ادھر سے Proposals (تجاویز) آنی شروع ہو گئیں......کبھی کرنل کی بیٹی کے لئے ڈیمانڈ آتی تو کبھی جنرل کی بیٹی کے لئے......کبھی لیڈی ڈاکٹر کے لئے ڈیمانڈ آتی تو کبھی پروفیسر کے لئے......ہم حیران تھے کہ اس کے پاس ایک مہینے میں ایک سو نو (۱۰۹) رشتے آئے کیونکہ جو بندہ بھی اس کو دیکھتا اس کا جی چاہتا کہ ہمارے قریب ہی کہیں اس کا رشتہ ہو جائے۔ اس نے مجھ سے مشورہ کیا کہ اب میں کیا کروں؟ میں نے کہا، جی آپ سب کو پڑھ لیں کہ یہ کیسے کیسے لوگ ہیں، پھر ان میں سے جو پانچ دس آپ کو مناسب نظر آئیں ان سے ملاقات کر لیں، اس کے بعد آپ کے لئے فیصلہ کرنا آسان ہو جائے گا۔ اس نے کہا، ٹھیک ہے۔

اسی بات چیت کے دوران میں نے اسے کہا، جی آپ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی جرأت والی گفتگو نہ کیا کریں کیونکہ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے۔ وہ کہنے لگا، آپ کہتے ہیں تو میں آئندہ ایسی کوئی بات نہیں کروں گا ویسے میں اتنا ڈرتا نہیں ہوں۔ جب اس نے یہ بات کہی تو میں نے اس سے کہا، اچھا! پھر میری بات بھی سن لیں کہ اب آپ ذرا تیار ہو جائیں کیونکہ جو اللہ تعالیٰ پر اتنی جرأت کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے تگنی کا ناچ نچا دیتے ہیں...... جو باتوں سے نہیں مانتا وہ لاتوں سے مانتا ہے اور آپ تو اب باتوں کی حد کراس کر گئے ہیں...... وہ کہنے لگا، ٹھیک ہے، آپ بھی یہیں ہیں اور میں بھی یہیں ہوں۔ میں نے بھی کہا، فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ۝ پس تم انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔

دوسرے تیسرے دن ہمیں اطلاع ملی کہ وہ موٹر سائیکل پر جا رہے تھے۔ اس کا اچانک ایکسیڈنٹ ہوا ہے، اس کو چوٹیں تو آئی ہیں مگر اتنی Serious نہیں، اسی وجہ سے وہ آج چھٹی پر ہے۔ ہم اس کی طبع پرسی کے لئے اس کی رہائش گاہ پر گئے۔ ہم نے اس سے پوچھا، جی آپ کا ایکسیڈنٹ کیسے ہوا؟ وہ کہنے لگا ،بس اچانک ہی ایکسیڈنٹ ہوا۔ سڑک بالکل صاف تھی، میں تو آرام سے موٹر سائیکل چلاتے ہوئے جا رہا تھا، آنکھوں کے سامنے اچانک اندھیرا سا آیا اور میری موٹر سائیکل نیچے گر گئی۔

دو چار دن بعد اطلاع ملی کہ وہ پیدل چل رہا تھا کہ اچانک نیچے گر گیا۔ اس نے لاہور جا کر اپنا چیک اپ کروایا تو انہوں نے اس کا علاج شروع کر دیا۔ علاج کرتے کرتے کسی نے بتایا کہ اس کے Nerve System (عصبی نظام) میں کوئی خرابی ہے لہٰذا اس کا آپریشن کرنا پڑے گا۔ اسکے بھائی نے نو بریگیڈیئر جنرل ڈاکٹروں کا ایک پینل بنوایا۔ وہ سب کے سب باہر سے پڑھ کر اور تجربہ کر کے آئے تھے۔ انہوں

نے نوشہرہ میں ایک فوجی ہسپتال میں اس کا آپریشن کیا۔آپریشن آٹھ گھنٹوں میں مکمّل ہوا۔جب وہ واپس آیا تو کچھ دنوں کے بعد اس کی طبیعت تھوڑی سی ٹھیک ہوئی۔اس کے بعد پتہ چلا کہ اب اس کو بخار ہو گیا ہے۔بخار کا افاقہ ہوا تو پھر اس نے دفتر آنا شروع کر دیا۔

ایک دن اس نے مجھے بتایا کہ مجھے تو چیزیں دو دو نظر آ رہی ہیں۔یعنی وہ یہ کہہ رہا تھا کہ میری آنکھیں ایک چیز نہیں دیکھ رہیں بلکہ ان کا Focus (مرکز) ختم ہو چکا ہے،اب ہر آنکھ علیحدہ علیحدہ چیز دیکھ رہی ہے۔اس طرح اس کو ایک کی بجائے دو بندے نظر آنے لگے......سلام اس کو کرے یا اس کو کرے......ایسا بندہ کارخانے میں کس طرح کام کر سکتا تھا۔لہٰذا وہ گویا بیٹھ ہی گیا۔

ابھی دو چار دن ہی گزرے تھے کہ اس کے ہاتھوں سے پسینہ بہنا شروع ہو گیا۔اتنا پسینہ کہ اگر وہ ہاتھوں کا رخ نیچے کرتا تو پانی کے قطرے نیچے ٹپک رہے ہوتے تھے۔وہ تین تین چار چار تولیے اپنے پاس رکھتا تھا۔وہ ایسے گیلے ہو جاتے جیسے وہ دھوئے ہوں۔ایک ابھی خشک نہیں ہوتا تھا کہ اگلا تولیہ پھر گیلا ہو جاتا تھا۔حتیٰ کہ اس کے لئے کسی کاغذ پر سائن کرنا مشکل ہو گیا۔وہ عجیب مصیبت میں مبتلا تھا۔

ہم نے اسے کہا کہ یہ خدا کا ایک غیبی نظام ہے جو حرکت میں آ گیا ہے۔اس کا ایک ہی حل ہے کہ اپنے رب کو تسلیم کر و اور معافی مانگو ورنہ نہیں چھوٹو گے۔وہ ہنس کے ٹال دیتا اور کہتا کہ

......زندگی میں صحت بیماری تو ہوتی ہی رہتی ہے

......کیا مسلمان بیمار نہیں ہوتے؟

......کیا کافر کی صحت نہیں ہوتی؟

ہم نے کہا،ٹھیک ہے اور دیکھ لو۔

اس کے بعد اسے بخار ہو گیا اور وہ لمبی چھٹی پر گھر چلا گیا۔ایک مہینے کے بعد ہمیں اطلاع ملی کہ وہ تو اپنی

زندگی کے بالکل آخری لمحات میں ہے۔ہم سرگودھا میں اس کے گھر اس کی عیادت کے لئے گئے۔ میں نے اس بندے کو جا کر دیکھا تو وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکا تھا۔اس کا وزن چالیس کلو کے قریب رہ گیا ہو گیا......اس کو کمزوری اتنی ہو چکی تھی کہ وہ اپنی کروٹ بھی خود نہیں بدل سکتا تھا۔اس کی امی اس کو کروٹ بدلواتی تھی......وہ اپنے ہاتھ سے روٹی بھی نہیں کھا سکتا تھا......وہ اپنے کپڑے بھی نہیں بدل سکتا تھا......ذرا سوچئے کہ وہ کیسا ہو گیا ہو گا۔اس کی جوانی بھی ہم نے دیکھی تھی اور اس کا یہ حال بھی ہم نے دیکھا۔

اس کی حالت دیکھ کر مجھے دل میں بہت ہی دکھ ہوا۔میں نے اس سے کہا کہ ہم آپ کے علاج کی کوئی تجویز بناتے ہیں، ہم آپ کو باہر ملک بھجوائیں گے، مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ صحت مند ہو جائیں گے،کیا آپ واپس آتے ہوئے عمرہ کر کے آئیں گے؟اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

انڈسٹری کے جو بڑے تھے ان کے ساتھ اس عاجز کا محبّت کا ایک تعلّق تھا۔چنانچہ میں نے واپس آکر انہیں کہا، جی دیکھیں کہ وہ جوان آدمی ہے، دنیا میں جہاں کہیں بھی اس بیماری کا علاج ہو سکتا ہے آپ اس کو وہاں بھیجیں اور اس کا خرچہ ادا کریں۔انھوں نے کہا،ٹھیک ہے، میں آپ کے ذمے کر دیتا ہوں، آپ ٹکٹیں بنوائیں اور ان کو بھیجیں، میں ساری ادائیگی کر دوں گا۔

ہم نے فوراً World Health Organization (عالمی ادارہ صحت) کو خط لکھا کہ یہ بیماری ہے، پوری دنیا میں اگر کہیں اس بیماری کا علاج ہو سکتا ہے تو ہمیں بتاؤ۔انہوں نے جواب دیا کہ اس بیماری کا علاج کینیڈا میں فقط ایک ڈاکٹر کے پاس ہے اور اس کے پاس اب تک صرف نو مریض ٹھیک ہوئے ہیں۔ہم نے ان سے رابطہ کیا۔اس ڈاکٹر نے بتایا کہ میری بیوی بھی اس مرض میں مبتلا تھی، میں نے دن رات محنت کی اور وہ صحت مند ہو گئی۔اس وقت تک میرے پاس نو مریض ٹھیک ہو چکے ہیں، اگر آپ بھی

آنا چاہتے ہیں تو آ جائیں، اتنا اتنا خرچہ ہوگا۔

ہم نے جہاں اس کی کینیڈا کے لئے ٹکٹیں بنوائیں وہاں ساتھ اس کے بھائی کی بھی بنوا لیں کیونکہ وہ خود تو جا نہیں سکتا تھا۔ اللہ کی شان کہ جب اس عاجز نے ان کی ٹکٹیں بنوائیں تو واپسی سعودی عرب کے ذریعے بنوائیں۔ ہم نے اس کے بھائی سے کہہ دیا کہ دیکھو، اس نے عمرہ کرنے کے لئے ہاں کی ہوئی ہے لہٰذا آپ واپسی پر خود بھی عمرہ کرنا اور اس کو بھی ساتھ عمرہ کروانا۔ اس نے کہا، ٹھیک ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ جب وہ واپس آیا تو جیسے ہم توقع کر رہے تھے کہ وہ وہاں علاج کروا کے صحت مند ہو جائے گا، اسی طرح وہ کافی صحت مند واپس آیا اور ملا۔ وہ تھوڑی دیر بیٹھا تو کہنے لگا،

''نماز کا وقت ہو گیا ہے۔''

میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا اور کہا، خیر تو ہے۔ وہ کہنے لگا، نماز کے لئے تیاری کر لیں۔ میں نے کہا کہ نماز کے لئے تو ابھی آدھا گھنٹہ باقی ہے۔ اس وقت میں آپ ہمیں اپنے سفر کی روئیداد سنا دیں، اس کے بعد انشاء اللہ نماز بھی پڑھیں گے۔ اب اس نے اپنی روئیداد خود سنائی۔

وہ کہنے لگا کہ جب میں یہاں سے کینیڈا گیا تو ڈاکٹر نے مجھے مشین پر لٹا دیا۔ میرے ساتھ کمپیوٹر مشینیں جوڑ دیں اور لیبارٹری میں پتہ نہیں کہ کیا کچھ تھا۔ میری ہر چیز مانیٹر ہو رہی تھی۔ Misthenea Gravous بیماری نکلی۔ اس نے میرا پورا خون Centrifugal Machine (سینٹری فیوجل مشین) کے ذریعے نکال کر اس کو صاف کیا اور بیماری کا Plazma (پلازما) نکال کر باقی واپس کر دیا۔ اس نے ایک دفعہ بھی ایسا کیا اور پھر کئی دن بعد دوسری مرتبہ کیا اور پھر کئی دن بعد تیسری مرتبہ کیا۔ جب وہ تین دفعہ اس طرح کر چکا تو اس نے میرے بھائی کو بلایا اور کہا،

''بھئی! آپ کے بھائی کی زندگی کے چند دن ہی ہیں، بچنے کی امید نہیں ہے۔''

بھائی نے پوچھا، وہ کیسے؟

اس نے کہا، ''میں نے جتنے مریضوں کا علاج کیا، ان کے لئے میں نے صرف ایک ایک مرتبہ یہ طریقہ اپنایا اور وہ سب ٹھیک ہو گئے جب کہ یہاں تین دفعہ یہ طریقہ استعمال کر چکا ہوں لیکن ٹھیک نہیں ہوا۔''

میرے بھائی نے کہا، ''ڈاکٹر صاحب! جب آپ کی طرف سے جواب ہے تو بجائے اس کے کہ میں بھائی کی لاش لے کر واپس جاؤں، اسے زندہ ہی لے جاتا ہوں تاکہ یہ امی کو ایک نظر دیکھ لے۔''

اس نے کہا، ہاں لے جاؤ......اس طرح ہم وہاں سے بغیر علاج کے واپس آ گئے۔

جب جدہ پہنچے تو وہاں سے اگلی فلائیٹ نہیں ملتی تھی۔ میرے بھائی نے کہا، جی میرے ساتھ مریض ہے، انہوں نے کہا، جو مرضی ہے۔ اس وقت ساری فلائیٹس بک ہیں اور آپ لوگوں کو یہاں دو دن انتظار کرنا پڑے گا۔ میرے بھائی نے کہا، میرے ساتھ بہت ہی Serious مریض ہے۔ انہوں نے کہا، مریض ہے تو ہم کیا کریں، ہم اتنا کر سکتے ہیں کہ ہم آپ کو ٹرانزٹ کا ویزہ دے سکتے ہیں تاکہ آپ ائیر پورٹ سے شہر چلے جائیں اور وہاں دو دن ٹھہر کر واپس چلے جائیں۔ وہ کہنے لگے کہ اس طرح ہم جدہ شہر میں آ گئے۔

شہر میں پہنچ کر بھائی نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں آپ کو وہاں لے جاؤں جہاں کا آپ نے ان سے وعدہ کیا تھا۔ میں نے کہا، ٹھیک ہے لے جاؤ۔ چنانچہ بھائی مجھے مکہ مکرمہ لے کر چلے گئے اور میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ بیت اللہ شریف کو دیکھا۔

وہ کہنے لگا کہ بیت اللہ شریف کو دیکھ کر میرے دل پر عجیب سا اثر ہوا......اب دیکھئے کہ وہ مسلمان نہیں تھا بلکہ دہریہ تھا اور خدا کے وجود کو نہیں مانتا تھا، اس بندے کی یہ حالت تھی ......اس نے کہا کہ میرے دل میں کچھ عجیب سی کیفیت بنی اور میں نے بیٹھے بیٹھے دعا مانگی......ذرا توجہ فرمائیے گا ......

’’اللہ! اگر تو ہے تو مجھے صحت عطا فرما تا کہ میں کل چل کے تیرے گھر کا طواف کر سکوں۔‘‘

وہ کہنے لگا،

’’اس کے بعد میرے دل میں ایک عجیب خوشی کی کیفیت آ گئی، میں نے دوائی لینا بند کر دی، اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیں کہ جب میں اگلے دن سو کر اٹھا تو صبح تر و تازہ تھا، میں بھائی کے ساتھ بیت اللہ شریف کے پاس آیا، کلمہ پڑھا اور میں نے چل کر بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔‘‘......اللہ اکبر کبیرا !!!

میرے دوستو! اگر اللہ رب العزت اس گھر میں جانے والے دہریوں کی دعائیں بھی قبول کر لیتا ہے اور ان کو ہدایت بھی دے دیتا ہے اور ان کی مرادیں بھی پوری کرتا ہے تو جو مؤمن یہاں سے اللہ کے گھر کے دیدار کے لئے جاتے ہوں گے وہ وہاں جا کر اللہ کی رحمتوں سے کتنا حصہ پاتے ہوں گے۔

ایک عام دستور:

دنیا کا عام طور پر یہ دستور ہے کہ آدمی جس کو اپنا سمجھتا ہے اس کو گھر بلاتا ہے۔ جس آدمی سے نفرت اور دشمنی ہو اس کو تو کوئی گلی سے بھی نہیں گزرنے دیتا بلکہ وہ کہتا ہے کہ میاں! تم ہمارے محلے میں بھی نظر نہ آؤ۔ اسے گھر بلانے کا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی حج اور عمرہ کی توفیق اسی کو عطا فرماتے ہیں جس کو اپنا سمجھتے ہیں۔

حج کا تعلّق اعمال سے ہے:

حج کا تعلّق مال کے ساتھ نہیں، اعمال کے ساتھ ہے۔ غور کیجئے گا۔ اس کی چند مثالیں دے کر اپنی بات مکمّل کر دوں گا۔

☆......آپ حیران ہوں گے کہ ایک آدمی کے بارے میں کسی نے بتایا کہ وہ اتنا بڑا کاروباری بندہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ہر مہینے دس لاکھ روپے خرچ دیتا ہے۔ ایک ملاقات میں اس عاجز نے اس سے پوچھا،

بھئی! کیا آپ نے کبھی حج اور عمرہ بھی کیا ہے؟ وہ کہنے لگا نہیں، آج تک توفیق نہیں ملی۔ اگر اس کا تعلّق مال کے ساتھ ہوتا تو وہ تو سینکڑوں دفعہ عمرے کر چکا ہوتا۔ یورپ کے درجنوں چکر لگائے اور راستے میں سعودی عرب پڑتا ہے مگر توفیق نہ ملی۔

☆...... چند سال پہلے کی بات ہے کہ پاکستان میں ہی ایک ایسا مالدار آدمی تھا کہ اگر وہ چاہتا تو وہ پاکستان سے جا کر روزانہ عمرہ کر سکتا تھا۔ وہ درجنوں دفعہ یورپ اور امریکہ تو گیا لیکن اسے حج کی توفیق نہ ملی۔ وہ مجھے ملا تو میں نے پوچھا کہ آپ حج اور عمرہ سے محروم کیوں ہیں؟ خیر، اس نے حج کرنے کی آمادگی ظاہر کر دی۔ جب حج کرنے کا موقع آیا تو انکم ٹیکس میں الجھ گیا، جس کی وجہ سے نہ جا سکا۔ بعد میں ملا تو پوچھا، بھئی! حج پر کیوں نہ گئے؟ وہ کہنے لگا، جی میں انکم ٹیکس میں الجھ گیا تھا۔ میں نے کہا، الجھ نہیں گئے تھے بلکہ الجھا دیئے گئے تھے لہٰذا توبہ کرو۔

☆......ایک سول انجینئر صاحب تھے۔ وہ ریٹائر ہوئے تو ہم نے اسے ترغیب دی کہ آپ پر حج فرض ہے کیونکہ آپ ذی حیثیت ہیں لہٰذا آپ اپنا فرض پورا کریں۔ آپ ابھی تو بڑی آسانی سے جا سکتے ہیں کیونکہ ابھی آپ کی عمر پینسٹھ سال ہے۔ چنانچہ اس نے حج کے لئے درخواست دے دی۔ اس کی درخواست منظور ہو گئی اور اسے گروپ لیڈر بنا دیا گیا۔ اطلاع آ گئی کہ فلاں تاریخ کو آپ کی فلائٹ ہے۔ پاسپورٹ بنا، ٹکٹ بنی اور پاسپورٹ پر ویزہ لگ گیا۔

روانگی سے دو دن پہلے اس کا بڑا بھائی اسے ملنے کے لئے آیا۔ اس نے مل کر اسے کوئی ایسی زہریلی بات کہی کہ اس بندے نے حج پر جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ ہم نے اسے بڑا سمجھایا کہ بھئی! چلے جاؤ۔ وہ کہنے لگا کہ اب تو نہیں جاؤں گا البتہ اگلے سال چلا جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ اس کی ٹکٹ پر لکھا ہوا تھا کہ اس نے فلاں تاریخ کو جانا ہے اور فلاں تاریخ کو آنا ہے۔ وہ آدمی نہ گیا۔ لیکن جس تاریخ کو اس

نے واپس آنا تھا اس تاریخ کے تین دن بعد اس کو ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ اس دنیا سے چلا گیا۔ اگر وہ حج پر چلا جاتا، جیسے ہم نے اس کو تجویز دی تھی تو اس کے پچھلے گناہ بھی معاف ہو جاتے اور حج سے واپس آکر تین دن بعد تو اس کا جانے کا مقدر تھا ہی، اس طرح وہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر دنیا سے رخصت ہو جاتا۔

☆...... ہمارے دادا پیر حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ نبی علیہ السّلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا، عبدالمالک! آپ ہم سے ملاقات کے لئے نہیں آتے۔ عرض کیا، آقا! تمنا تو بڑی ہے مگر وسائل نہیں ہیں۔ اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''اچھا، ہم کہہ دیں گے۔''

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اگلے سال ان کے متعلّقین میں سے تین چار بندے ان کے پاس آ گئے اور عرض کرنے لگے، حضرت! میرے دل میں آرہا ہے کہ آپ مہربانی فرمائیں اور میری طرف سے حج کریں۔ دوسرے نے بھی یہی کہا، حتیٰ کہ سب نے یہی کہا۔ اب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے ایک کی طرف سے دعوت قبول کر لی۔ لہٰذا انتظام ہو گیا۔ اگلے سال دوسرے کی طرف سے، ہر سال پانچ سات بندے ایسے ہوتے تھے جو انہیں حج کے لئے کہتے تھے۔ حتیٰ کہ اس کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ ستائیس سال تک زندہ رہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ستائیس سال ہی حج کی توفیق عطا فرمائی ...... سبحان اللہ ...... محبوب ﷺ نے فرمادیا تھا کہ ہم کہہ دیں گے، لہٰذا اللہ نے انتظام فرمادیا۔ ایک فقیر بندہ اپنے خرچ پر ایک حج بھی نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ نے ستائیس سال حج کرنے کی سعادت نصیب فرمادی۔

☆...... پچھلے سال حج کے موقع پر سعودی عرب کے اخبار میں ایک خبر آئی۔ یمن کے ایک حاجی صاحب آئے ہوئے تھے۔ ان کی تصویر بھی اخبار میں چھپی تھی۔ ان کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ انہوں نے بیان

دیا کہ میں نے پہلا حج بیس سال کی عمر میں کیا اور اس مرتبہ میں زندگی کا سوواں حج کرنے کے لئے آیا ہوں۔انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے بیس حج سواری پر کئے اور اسی حج پیدل چل کے کئے۔

☆......ابرہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نیشا پور سے حج کرنے چلے اور وہ اڑھائی سال میں مکہ مکرمہ پہنچے۔ انہوں نے ہر قدم پر دو رکعت نفل پڑھے۔جب وہاں پہنچے تو جا کر دعا مانگی،اے اللہ! لوگ تو تیرے گھر میں قدموں کے بل پہنچتے ہیں اور میں پلکوں کے بل چل کے آیا ہوں۔......چنانچہ حج کا تعلّق مال سے نہیں،اعمال سے ہے۔یہ بات یاد رکھئے گا،انشاء اللہ فائدہ ملے گا۔محبوب ﷺ کو راضی کرنے والے اعمال اپناؤ،اللہ تعالیٰ راستہ کھول دیں گے۔

☆......کسی ملک میں ایک ڈاکٹر صاحب ملے۔انہوں نے اپنا واقعہ خود سنایا کہ ہم گھر والے عمرہ کرنے کے لئے گئے۔ہم اپنے بیٹے کو بھی ساتھ لے کر گئے۔وہ بھی ڈاکٹر تھا ......کئی تو پی ایچ ڈی ڈاکٹر ہوتے ہیں اور کئی صرف پی ایچ ڈی ہوتے ہیں۔کیا مطلب؟ پی کی مطلب ''پھرا'' ایچ کا مطلب ''ہوا'' اور ڈی کا مطلب ''دماغ''۔یعنی ''پھرا ہوا دماغ''......انہوں نے بتایا کہ ہم نے احرام باندھے اور مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔جب عمرہ کرنے کے لئے مسجد حرام کے دروازے پر پہنچے تو ہمارا بیٹا کہنے لگا کہ میرے دل کو کچھ ہو رہا ہے لہٰذا میں اندر نہیں جاتا۔ہم نے اسے سمجھایا لیکن وہ کہنے لگا،نہیں۔ہم نے کہا کہ پھر تم یہیں بیٹھ جاؤ تا کہ تمہاری طبیعت کچھ سنبھل جائے۔جب ہم دونوں میاں بیوی عمرہ کر کے آئے تو بیٹا واپس کمرے میں آیا،کپڑے بدلے اور وہاں سے واپس اپنے ملک آ گیا۔اللہ تعالیٰ نے اسے بیت اللہ شریف کے دروازے سے واپس دھتکار دیا۔بیت اللہ کے دروازے تک پہنچ گیا لیکن بیت اللہ شریف دیکھنے کی توفیق نہ ملی۔

حسرت ہے اس مسافرِ مضطر کے حال پر جو تھک کے رہ گیا ہو منزل کے سامنے

عشاق کا مجمع:

پتہ نہیں کہ وہاں کیسے کیسے اللہ کے عشاق آتے ہیں۔ میں تو ان حاجیوں کو عشاق کا مجمع کہتا ہوں۔

اجازت ہو تو آ کر میں بھی شامل ان میں ہو جاؤں
سنا ہے کہ کل تیرے در پر ہجومِ عاشقاں ہو گا

یہ اللہ کے در پر ہجومِ عاشقاں ہوتا ہے۔ سبحان اللہ

......کوئی اپنی تہجّد لے کے آتا ہے۔

......کوئی پاک دامنی کی زندگی لے کے آتا ہے۔

......کوئی دین کی خدمت لے کے آتا ہے۔

......کوئی تقویٰ و پرہیز گاری لے کے آتا ہے۔

......کوئی عشق کی گتھیاں سلجھا کے آتا ہے۔

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ طواف کر رہا تھا۔ میں نے ایک جوان لڑکی کو دیکھا۔ وہ بڑے ہی عاشقانہ اشعار پڑھ رہی تھی۔ جیسے کوئی اپنے محبوب کے عشق میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے اور محبوب کی ملاقات کے لئے بے قرار ہوتا ہے، اسی طرح وہ بھی بے چینی میں آہیں بھر رہی تھی اور عاشقانہ اشعار پڑھ رہی تھی۔ میں نے اس لڑکی سے کہا، اے لڑکی! تو نوجوان ہے اور تجھے ایسے کھلے کھلے عاشقانہ اشعار پڑھنا زیب نہیں دیتا۔ اس نے میری طرف دیکھا تو کہنے لگی، جنید! مجھے یہ بتاؤ کہ تم بیت کا طواف کر رہے ہو یا رب البیت کا طواف کر رہے ہو؟ یعنی کیا تم گھر کا طواف کر رہے ہو یا گھر والے کا طواف کر رہے ہو؟ میں نے کہا کہ میں تو بیت کا طواف کر رہا ہوں۔ جب میں نے یہ کہا تو وہ مسکرائی اور کہنے لگی،

ہاں جن کے دل پتھر ہوتے ہیں وہ پتھر کے گھر کا طواف کیا کرتے ہیں......اللہ اکبر......کچھ وہ لوگ ہوتے ہیں جو گھر کو دیکھ کے آتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو گھر والے کی تجلّیات کو دیکھ کر آتے ہیں۔ اسی لیے حج کے بعد کے طواف کا نام ''طوافِ زیارت'' ہے۔ جی ہاں قسمت والوں کو زیارت نصیب ہوتی ہوگی۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی گھر بلائے اور ملاقات نہ کرے۔ کوئی خود آئے اور اگلا ملاقات سے انکار کردے تو اور بات ہوتی ہے۔ بلا کر تو کوئی بھی ملاقات کرنے سے انکار نہیں کرتا۔ جی ہاں، اللہ تعالیٰ نے خود ان الفاظ میں حج کے لئے بلایا،

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجّ () اور ان لوگوں کے درمیان حج کا اعلان کردو۔

میرے پیارے ابراہیم! دو اذان، کرو اعلان کہ آؤ میرے بندو حج کے لئے۔ جب اس محبوب نے بلایا ہے تو اپنا دیدار بھی عطا کرتا ہوگا۔ واہ میرے مولا! وہ بہت ہی عجیب جگہ ہے۔ وہاں پر اللہ تعالیٰ کی تجلّیات بارش کی طرح طرح چھم چھم برس رہی ہوتی ہیں۔

حاجی کی دعا کا مقام:

اگر وہاں جا کر ہمارے اعمال کی بنیاد پر مغفرت ہونی ہوتی تو پھر تو پتہ نہیں کہ کیا معاملہ ہوتا۔ مگر مزے کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے ایک دعا ایسی کردی کہ جس کا کوئی بدل ہو ہی نہیں سکتا۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے عرفات میں جا کر دعا فرمائی:

''اے اللہ! تو حاجی کی بھی مغفرت فرما اور جس کی مغفرت کی حاجی دعا کرے تو اس کی بھی مغفرت فرما۔''

کیا ہی رحمۃ للعالمینی کا ظہور ہے......!!!اب جانے والے حاجی گنہگار ہی سہی، ان کے عملوں کی وجہ سے نہیں بلکہ محبوب ﷺ کی دعا کی وجہ سے اس کی مغفرت ہوتی ہے۔ قیامت تک آنے والے لوگوں

کے لئے دروازے کھول دیئے۔ سبحان اللہ۔

دو کام ضرور کیا کریں:

جب کوئی حاجی حج پر جا رہا ہو تو دو کام ضرور کیا کریں۔ ایک کام تو یہ کہ اس خوش نصیب کی خدمت میں یہ عرض کیا جائے کہ بھئی آپ میری مغفرت کے لئے دعا فرما دیجئے گا، ملتزم سے بھی لپٹ کر دعا کیجئے گا اور عرفات کے میدان میں بھی دعا کیجئے گا۔ اور دوسرا کام یہ کہ اس سے یہ کہیں کہ آپ میری طرف سے اللہ کے محبوب ﷺ کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام ضرور پیش فرما دیجئے گا۔ آج کل یہ عجیب سرد مہری دیکھنے میں آتی ہے کہ حاجی لوگ حج پر جا رہے ہوتے ہیں لیکن لوگ ان کے ذریعے اللہ کے محبوب ﷺ کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام کا تحفہ نہیں بھیجتے۔ اس کا ضرور اہتمام کیا کریں۔

سچے جذبے سے حج کی سعادت مانگئے:

یہ تو اللہ رب العزت کا کرم ہوتا ہے۔ یہ مانگنے کا وقت ہے لہٰذا ان دنوں میں اللہ سے مانگئے۔ اس لئے کہ جب کسی کام کا ماحول ہوتا ہے تو پھر اس کے مطابق دعائیں بھی جلدی قبول ہو جاتی ہیں۔ یہ عنوان بھی آج اسی لئے چھیڑا ہے کہ آج کل اللہ کے چاہنے والے اللہ کے گھر کا دیدار کرنے کے لئے سفر پر جا رہے ہیں۔ روز خبریں آتی ہیں کہ آج اتنے حاجی چلے گئے، آج اتنے حاجی چلے گئے۔ ہم بھی اس بات کا احساس کریں اور اللہ تعالیٰ سے تنہائیوں میں، دنوں میں، راتوں میں، خلوتوں میں اور جلوتوں میں دعائیں مانگیں، اگر اللہ رب العزت راستہ کھول دیں گے تو ہمارے لئے جانا آسان ہو جائے گا۔ اس کا تعلّق مال و دولت سے نہیں بلکہ اس کا تعلّق جذبوں کی سچائی کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی وہ سچائی عطا فرما دے اور ہمیں اپنی زندگی میں اپنے گھر کا بار بار دیدار عطا فرما دے..... حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ جب بندہ حج کر کے واپس لوٹتا ہے تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو کر آتا ہے جس طرح اس دن

پاک تھا جب اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا.....جب یہ سعادت ملتی ہے تو کیوں نہ ہم بھی اس سفر پر جائیں اور اللہ رب العزت سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ جو حضرات جا چکے ہیں وہ بار بار جانے کی دل میں تمنا کریں اور جو نہیں جا سکے وہ دل میں تمنا کریں کہ اے پروردگار! آپ ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔ شرط یہ ہے کہ ان کے دل میں سچی تڑپ ہونی چاہیے کہ اے اللہ! ہم آپ کا گھر دیکھنا چاہتے ہیں، کیونکہ

بہ مکہ بینی از توحید نورے بیثرب از حبیب اللہ ظہورے
گر ایں دو شہر مارا تو نہ دیدے چہ دیدی گر دریں دنیا رسیدے

مکہ میں توحید کا نور دیکھ اور یثرب میں اللہ کے حبیب ﷺ کا ظہور دیکھ، اگر ہم نے دنیا میں آکر ان دو شہروں کو نہیں دیکھا تو پھر دنیا میں ہم نے دیکھا ہی کیا ہے۔

یہ بات ذہن میں رکھنا کہ اگر جذبہ سچا ہو تو اللہ رب العزت اسی دنیا میں حج پر جانے کا دروازہ کھول دیں گے اور اگر دنیا میں دروازہ نہ بھی کھلا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن حجاج میں ضرور شامل فرما دیں گے۔ اللہ رب العزت ہم عاجز مسکینوں کو بار بار سفرِ حج کی سعادت نصیب فرما دے۔ (آمین ثم آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ